

قاضی ارتضیٰ علی خاں خوشنود

ایک جائزہ

جناب محمد صلاح الدین عمری ایم، اے

خطہ اودھ کے قصبات کی سرزمین نے گزشتہ صدیوں میں علم و فن کے میدان میں جو اہم خدمات انجام دی ہیں، وہ اہل علم کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ تقریباً صدیوں کی علم و فن، تہذیب و تمدن اور سیاست و شجاعت کی تاریخ بغیر ان قصبات کے ذکر کے نہ صرف مکمل نہیں ہو سکتی بلکہ قطعی ناقص رہ جاتی ہے۔ ان قصبات میں ایک قدیم ترین قصبہ، گواپاٹو (ضلع ہردوئی) بھی اپنی زرخیزی میں ابتداء ہی سے مشہور و معروف رہا ہے جس نے ہردوڑ میں عظیم المرتبت اور جلیل القدر علما و فضلا، ادباء و شعراء اور اماراء و فرمانروا پیدا کئے۔ اس سرزمین کی عظیم ترین شخصیتوں میں شیخ آدم (نسبہ حضرت شہاب الدین سہروردی) جیسے فقیہ، محدث اور صوفی، شیخ غلام محمد محدث (مدرس بیت الخلیل) جیسے متبحر عالم، ملا وجیہ الدین جیسے فقیہ۔ (صاحب قناتوی عالمگیری)، ملا شہاب الدین و ملا قطب الدین جیسے مہندس، قاضی مبارک شاہ مسلم، ابو حنیفہ ثانی قاضی مبارک (صاحب قاضی مبارک)، عمدۃ الملک امیر الہندوستان محمد علی خاں فاروقی دانی ارکاٹ، امیر الہند، سراج الدولہ محمد غوث خاں بہادر جنگ

(صاحب صبح وطن) ، آصف الدولہ عمدۃ الملک نواب محمد نور الدین خاں شہید والا جاہ
 اول امیر الہند والی ارکاٹ ، مولانا شاہ صلاح الدین قادری ، قاضی مصطفیٰ علی خاں
 خوشدل ، مولوی قدرت احمد قدرت ، محمد قدرت اللہ شوق (صاحب نتائج الافکار)
 شاہ النوار الحق النوار ، نواب نصیر الاسلام خاں نصر ، حافظ محمد اکرام اکرام ، مولوی
 غلام حیدر حیدر ، مولوی مقبول احمد صاحب (مصنف تنبیہ الانسان ورحلت وحرمت
 حیوان) مولانا محمد یار حسین صاحب نقشبندی (مصنف مدالانام فی احکام الامضاء وغیرہ)
 وغیرہ صاحب تصانیف علماء وفضلاء اور شعراء وادباء گزرے ہیں۔

اسی سرزمین میں قاضی محمد ارتضاعلی خاں بہادر خوشنود ، ابن قاضی احمد مجتبیٰ
 المخاطب بہ مصطفیٰ علی خاں بہادر خوشدل کا جنم ہوا آپ ایک گونا گوں شخصیت کے مالک
 تھے۔ علوم دینیہ کے ایک ممتاز عالم ہونے کے ساتھ آپ کو دنیاوی علوم پر بھی عبور حاصل
 تھا۔ آپ صاحب طرز ادیب اور ایک اچھے عربی فارسی شاعر کی حیثیت سے بھی جانے
 جاتے ہیں۔ آپ کی عربی فارسی تصانیف شاید ہیں کہ جس موضوع پر بھی آپ نے قلم
 اٹھایا اس میں اپنی بہارت کے جوہر لٹا کر رکھ دیئے۔ مختصراً اگر یہ کہا جائے کہ آپ
 جامع علوم دینیہ و دنیویہ تھے تو قطعی بے جا نہ ہوگا۔ آئیے اس شمع علم و عرفاں کو ذرا
 قریب سے دیکھیں۔

آپ کی پیدائش قصبہ کے مشہور و معروف علمی گھرانے ، خاندان فاروقیان کے ایک
 معزز ہستی قاضی مصطفیٰ علی خاں بہادر خوشدل کے یہاں ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۸۳ء
 میں ہوئی۔ (باوجود تلاش بسیار کے تاریخ و ماہ پیدائش کا علم نہ ہو سکا) اس وقت
 کے رواج کے مطابق قصبہ کے اساتذہ سے پہلے فارسی کتب پڑھ کر پندرہ سال کی
 عمر میں اپنے والد سے علوم عربیہ میں کافیہ تک کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد بفرض حصول تعلیم
 لکھنؤ تشریف لے گئے ، جہاں سات سال تک قیام کیا ، لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ لکھنؤ

کے کن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ لکھنؤ سے فراغت کے بعد قصبہ سندلیہ (ہردوئی) میں علامہ عصر مولوی حیدر علی سندلیوی سے علوم منطق و کلام کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے روانہ ہو کر قصبہ بلگرام میں مولوی محمد ابراہیم ملیباری کے پاس سات برس تک قیام کر کے بقیہ کتب دوسریہ کی تکمیل کی اور سند حدیث شیخ ابو عبیدہ بن غلام المکی المالکی سے حاصل کی۔ یہیں بلگرام میں حضرت شاہ نصیر الدین سعدی بلگرامی سے سلسلہ صفویہ میں شرف بیعت حاصل کیا اور سلسلہ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ و نقشبندیہ میں دستار خلافت حاصل کی۔ خود فرماتے ہیں کہ :

”در جناب تدوۃ العارفین، حضرت مولوی سید شاہ نصیر الدین سعدی بلگرامی کہ در زمان خود نظیر نداشتند مشرف بیعت و ارادت در سلسلہ صفویہ شدہ بقدر حوصلہ خود مشقت و ریاضت کشید و خرقہ خلافت سلسلہ چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ و نقشبندیہ از دست مبارک ایشاں پوشیدہ در اوائل سنہ یکہزار و دوصد و بیست و پنج ہجری در مدراس بجناب والد خود کہ قاضی القضاۃ اینجا بودند رسید۔“

مرشد سے ارادت و عقیدت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں :۔
 رستم بگرفت فیض عام سعدی مستم از جرعہ ز جام سعدی
 گم نامم و نیست غیر سعدی نامم زان روز کہ حرز جالست سعدی
 اوائل ۱۲۲۵ھ میں جب آپ کی عمر ۲۷ سال کی تھی، اپنے والد قاضی مصطفیٰ علی خاں بہادر فاروقی کے پاس تشریف لے گئے جہاں آپ کے والد قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے۔ یہاں پہونچ کر آپ نے درس و تدریس میں غیر معمولی دلچسپی لینی شروع کر دی۔ آپ کا زیادہ تر وقت مطالعہ کتب میں گذرتا۔ آپ کی علمی

لیاقت اور استعداد کا شہرہ سن کر ۱۲۳۰ھ میں نواب عظیم الدولہ بہادر نے فتویٰ نویسی کی خدمت آپ کے سپرد کر دی، جہاں آپ نے تقریباً پانچ سال کام کیا۔ اس کے بعد حکومت انگلشیہ نے آپ کی علمی لیاقت کو سراہتے ہوئے مقام چیور میں آپ کو قاضی القضاۃ کے عہدہ سے سرفراز کیا اور کچھ ہی عرصہ کے بعد ۲۴ جنوری ۱۸۲۵ء مطابق ۳ جمادی الاول ۱۲۴۰ھ میں آپ کو مفتی صدر عدالت مقرر کیا گیا اور پھر جلد ہی آپ کی بے انتہا علمی لیاقت کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت نے ۱۲۴۲ھ میں آپ کو تمام مالک محروسہ متعلقہ حکومت مدراس کے عہدہ قضاۃ کی معزز خدمت سپرد کی۔

تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور مطالعہ کتب آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ عربی اور فارسی میں آپ کی علمی تصانیف کی تعداد۔ جیسا کہ اب تک معلوم ہو سکا ہے۔ تقریباً بیس ہے۔ جن میں علم معانی میں نفائس ارتضیہ (مخطوطہ)، علم حساب میں نقد الحساب (مطبوعہ)، فرائض میں رسالہ فرائض ارتضیہ (مطبوعہ)، رسالہ تنبیہ الغفول فی اثبات اسلام آباد الرسول (مطبوعہ) (جس میں ابا رسول کی طہارت اور اسلام کے بارے میں دلائل و براہین کی روشنی میں بہت مفصل بحث کی گئی ہے)۔ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب بھی مرتب کیا گیا ہے، فوائد سعدیہ (مطبوعہ)، مذاہب سعدیہ، صلوة ارتضیہ، رسالہ در حال امام مہدی علیہ السلام (غیر مطبوعہ) اور تصریح المنطق کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان مستقل تصانیف کے علاوہ آپ نے کتابوں کی شرحیں اور حاشیے بھی لکھے ہیں جن میں قصیدہ بردہ کی فارسی شرح مراد ارتضیہ فی کواکب المصنیۃ، شرح اسماء حسنی میں منحة السراء فی شرح الدعاء المسمی بکاشف الضراء، حاشیہ صدر، حاشیہ میرزا ہد رسالہ، شیرازی کتاب ہدایۃ الحکمت کی شرح، حاشیہ جلالیہ تہذیب (مطبوعہ) شرح چہل کاف، حاشیہ شرح مواقف، اور حاشیہ بر نفائس ارتضیہ

وغیرہ کے نام آتے ہیں۔ علاوہ چند کتابوں کے آپ کی تقریباً بیشتر تصانیف غیر مطبوعہ ہیں، جو کتب خانہ فاروقی، گوپامٹوں میں موجود ہیں۔ عین ممکن ہے کہ آپ کی تصنیفات کا ذخیرہ مدراس کی کسی لائبریری میں بھی موجود ہو کیونکہ آپ کی زندگی کا اکثر حصہ وہیں گزرا۔ آپ نے فارسی، عربی اور ہندی میں شاعری بھی کی ہے۔ تخلص خوشنود تھا۔ کتب خانہ فاروقی میں آپ کا ایک فارسی دیوان بھی موجود ہے۔ قاضی صاحب اپنے ذوق شعر و شاعری کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

”ایں فقیر کہ اصلاً حوصلہ شعر و شاعری ندارد، گا ہے در ہندی و گا ہے در فارسی و گا ہے در عربی چیزے گفتہ و آنرا بسبب ناموزونی اتفاق جمع نہ افتاد آنچہ کہ در حافظہ باقی ماندہ می نویسد۔ من افکارہ“

اس کے بعد اپنی چند فارسی غزلوں کے مختلف اشعار لکھتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں آپ کے دیوان کے چند اشعار:

دائے سحر مگر داں زائد انما الله الہ واحد

نقش دیوار باش تا باشی	خود دیدار باش تا باشی
چشم بیدار باش تا باشی	خاک بر فرق خواب غفلت ریز
فارغ از کار باش تا باشی	سنگ راہ است کار و بار جہاں
دار و ہوشیار باش تا باشی	ارتضا دل بیار دوست بکار

شکست آبد ہائے جگر ز صد غم کہ امشب از شب دیگر زیادہ میگیرم

از پردہ بروں نیامد و سوخت موسیٰ صفتم ز لن ترانی

برقع از چہرہ بر افکن کہ تمنائے نیست
ارتضا را بخدا غیر ہو اے ریت

سرزنش دل چہ قیامت اثرے پیدا کرد
قصد صید دل ما بود کہ صاد ازل
ریخت اشکے کہ ز چشم شرے پیدا کرد
چوں تو نازک بد نے خوش کمرے پیدا کرد

کس نیست کہ از دست جفاے تو نال
با اینکہ شد از صید تو صحرایمہ ریخول
با اینہمہ غوغا بکنارے عجب از تو
تا حال تو مفتول شکارے عجب از تو
خوشنود از آنجا بچہ کار آمدہ بودی
مشغول در اینجا بچہ کار عجب از تو

آپ کی عربی شاعری کے چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ۵

ایا خیر الوری روحی فدا کا
الہم بھیم فی کسب المناہی
بحقک لا ولا اہوی سوا کا
بقلب مستہام اراتضا کا
اعن عبد اذلیلا مستعینا
اغثنی یا شفیع المذنبینا
سلام علی الکوکب اللامع
سلام علی الاحشم الافخم
سلام علی الضیغم الا شجع
من السائل المبتلی الا شمر
من الخامل المرئی النادم
من الہائم الحائر الحاسر
من الصارع الملتبی اراتضا
رجاء لا حسانک الشامل
رجاء لا غناک الکامل

جولائی ۱۹۸۳ء

۵۷

ہجاء لا کرامک العاٹلا ہجاء لا غنامک السائللا
 انا عبدک المزددی یا رسول تقبل سلاھی بحسن القبول
 اگرچہ آپ کا زمانہ طالب علمی بڑی عسرت میں گزرا اور والد نے مدراس سے کئی بار
 بلایا، لیکن آپ محض اپنی تعلیمی مصروفیات کی وجہ سے نہیں گئے۔ ایک بار قاضی مصطفیٰ علی
 خاں نے بغرض امتحان مدراس سے فارسی میں ایک خط لکھا جس کا جواب آپ نے عربی میں
 دیا۔ ساتھ ہی خود تصنیف کردہ ایک رسالہ بھی بھیجا۔ چنانچہ والد صاحب بہت خوش
 ہوئے۔

حضرت مولانا محمد یاور حسین صاحب نے تصریح الانساب میں آپ کی شاعری کا
 تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی غزل جس کا مقطع ہے یہ

خوشنود از آنجا بچہ کار آمدہ بودی

مشغول دریں جا بچہ کارے عجب از تو

کے تحت آپ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ اس قطعہ کے متعلق حضرت خالو صاحب قبلہ
 حافظ محمد حسین صاحب مدظلہم العالی فرماتے ہیں کہ مولوی قدرت غنی بن میح الدین احمد خاں جو کہ
 مدراس میں حضرت قاضی ارتضاعلی خاں صاحب سے پڑھتے تھے، مزاج میں ظرافت بہت
 تھی، فرماتے ہیں کہ ایک دن سبق میں دیر ہوئی، میں جو مکان کے اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت
 قاضی صاحب اپنی صاحبزادی کو، جو بہت صغیر سن تھی۔ کھلا رہے ہیں۔ وہ کہتی تھی کہ درخت
 انار سے جو کہ صحن خانہ میں تھا، انار توڑ دو۔ آپ اس لڑکی کو اٹھا کر انار کے پاس
 کرتے ہیں اور پھر مٹا لیتے ہیں۔ اسی حال میں تھے کہ میں پہونچا اور میری زبان سے
 بے ساختہ یہ شعر نکل گیا ہے

خوشنود از آنجا بچہ کار آمدہ بودی

مشغول دریں جا بچہ کارے عجب از تو

بس قاضی صاحب کا رنگ اڑ گیا، کانپنے لگے اور لڑکی کو وہیں چھوڑ کر چل دیئے اور فرمایا کہ آؤ غنی چلیں تمہارے سبق میں دیر ہوتی ہے۔
آپ کے تبحر علمی کے بارے میں محمد قدرت اللہ شوق صاحب نتائج الافکار لکھتے ہیں کہ:

”مزاج میں انکسار ہیج تھا۔ باوجود اشغال لاحقہ کے درس و تدریس میں پوری توجہ تھی۔ کتب تصوف اور اقوال مشائخ کا مطالعہ بیشتر کیا کرتے تھے۔ شعر و سخن کی طرف بھی آپ کو خاص دلچسپی تھی۔“
صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں کہ

”الشیخ الفاضل العلامة علی بن احمد بن مصطفیٰ العمری
الکوباموی القاضی امّا تضاع علی خاں المدینہ اسی احداً فاضلاً
المشہورین فی کثرة الدہاس والإفادۃ۔“
آگے چل کر لکھتے ہیں کہ

”وکان ہامہ اللہ من کبار العلماء، انتہت إلیہ ہافاستۃ
العلم والتدہاس، انتفع بہا جمع کثیر
من العلماء، ولہ مصنفات مفیدۃ ممتعة۔“

آپ کا انتقال ۱۲ شعبان ۱۰۳۰ھ میں بمقام حدیدہ ہوا جس کی تفصیل تصریح الانساب میں درج ہے کہ جس وقت آپ حج کو جانے لگے تو آپ پر پندرہ سولہ ہزار کا قرض تھا جو آپ کے شاگرد نواب غلام غوث خاں بہادر والا جاہ پنجم والی کرناٹک نے ادا کرنے کو کہا لیکن آپ نے ان کی اس پیشکش کو نامنظور فرماتے ہوئے کہا کہ میرا مکان لے لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے مکان لیکر قرضہ ادا کر دیا۔ جب آپ حج سے واپس ہو رہے تھے تو عدن و جدہ کے درمیان

جولائی ۱۹۸۳ء

۵۹

جہاز ہی میں ۷ شعبان ۱۳۷۰ھ بروز جمعہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ حسب قاعدہ نماز جنازہ پڑھ کر نعش کو سمندر میں ڈال دیا گیا۔ اتفاق سے اس جہاز کے پیچھے ایک دوسرا جہاز آ رہا تھا اور اس کے کیپٹن قاضی صاحب کے ایک شاگرد محمد سعید مسقطی تھے۔ جب اس جہاز نے مقام حدیدہ پر لنگر ڈالا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک برہنہ نعش سمندر میں تیر رہی ہے، البتہ ستر پر تھبند لپیٹا ہوا ہے۔ محمد سعید مسقطی نے نعش کو پہچان لیا اور کہا، ”یہ ایک بہت بڑے عالم کی لاش ہے جو مدراس کے قاضی تھے۔ حج سے واپسی پر انتقال ہو گیا ہے۔“ چنانچہ جہاز کی سبھی سوار یوں نے بڑے عزت و احترام سے اس نعش کو نکال کر وہیں حدیدہ کے قبرستان میں تجویر و تکفین کے بعد دفن کر دیا۔ صاحب تصریح الانساب لکھتے ہیں کہ یہ تمام واقعات مدراس کے اخبار میں شائع ہوئے تھے۔ (اخبار کا نام نہیں لکھا) آپ کی عمر ۷۲ سال ۱۵ روز کی ہوئی۔ مادہ تاریخ ہو خاتم الفقہاء اور والعاقبة للمتقين ہے۔

۱۲۷۰ھ مولوی قدرت اللہ خاں گویا موی ثم المدراسی نے آپ کی تاریخ وفات

اس طرح نکالی ہے مہ

از رحلت او چو درد ناکم کردند
پیرا من صبر پاک چاکم کردند
سال فیتش بمصرغہ قدرت گفت
اے دوائے کہ زندہ زیر خاکم کردند

مراجع و مصادر

مطبوعہ نو لکثور پریس

رحمن علی صاحب

۱۔ تذکرہ علماء ہند

۱۹۱۳ء

- ۲۔ تذکرہ صبح وطن نواب غلام غوث خاں فاروقی مطبوعہ مدراس ۱۹۴۲ء
- ۳۔ تفریح الانساب مولانا یاور حسین فاروقی نقشبندی (قلمی، کتب خانہ فاروقی، گویا مٹو)
- ۴۔ دلائل الحیرات قلمی معہ بیاض نصر اللہ خاں بن نواب محمد علی والا جاہ اول (مخطوطہ ۱۲۴۳ھ)
- ۵۔ نزہۃ الخواطر علامہ عبدالحی الحسنی ج ۷
- ۶۔ نتائج الافکار محمد قدرت اللہ شوق
- ۷۔ دوازدہ سالہ رونداد مدرسہ اسلامی عربی۔ گویا مٹو ۱۳۲۷-۱۳۲۸ھ
- ۸۔ مرتبہ مولانا محمد یاور حسین صاحب نقشبندی (مطبوعہ ۱۳۳۷ھ)
- ۹۔ شعرا گرام گویا مٹو (رونداد مدرسہ اسلامی عربی)
- ۱۰۔ مرتبہ مولانا محمد یاور حسین صاحب نقشبندی (مطبوعہ ۱۳۴۰ھ)

قرن اول کا ایک مدبر

ایک حوصلہ مند عرب مدبر کی زندگی کا تحقیقی جائزہ جس نے اہل بیت کی حمایت اور ان کی شہادت کے انتقام کی مہم چلا کر موالی اور غلاموں کو عربوں کے سیاسی و معاشی استبداد سے نکالنے کی تحریک اٹھا کر اور مذہبی بہرہ پر بھر کر پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) کے ربع ثالث میں حکومت قائم کی تھی۔

فحامت ۱۲۴ صفحات سائز ۱۸×۲۲ قیمت مجلد ۶ روپے

ندوۃ المصنفین، ۱۴، دوبانزار، جامع مسجد دہلی